روحانیت و معنویت، دور حاضر کی مشترکہ ضرورت

مؤلف: ڈاکٹر محسن قمی
مترجم: مولانا احمد رضا رضوی زرارہ

قدیم الایام سے ایران اور ہندوستان دنیا کے دو متمدن مرکز رہے ہیں اور دونوں ملکوں نے معماری اور ثقافت کے میدان میں پوری دنیا پر اپنی چھاپ چھوڑی ہے۔ ہماری آج کی گفتگو بھی شاید اسی گذشتہ سنت سے مرتبط ہے۔ جو چیز اس کوشش کو دوبرابر کر دیتی ہے وہ دونوں ملکوں کی ثقافت کی تخلیقی صلاحیت ہے۔ اپنی تمام تر قوی اور ثقافتی خوبیوں کے ساتھ ہندوستان اور اسلام کی عالمی ثقافت کی نمائندگی کرنے والا ملک ایران ہمارا خاص موضوع ہے۔

کسی بھی مسئلہ پر گفتگو کا پہلا زینہ ان اشیاء کی تلاش ہے جو مشترک ہوتی ہیں اور تمام ادیان کے درمیان واضح ترین وجہ مشترک معنویت ہے۔ معنویت انسان کی گمشدہ میراث ہے جو کسی خاص زمان یا مکان تک محدود نہیں ہے۔ معنویت اور اس کی طرف رغبت اگرچہ انسان کی فطری ضرورت ہے مگر دور حاضر کا انسان آج ان حالات میں زندگی گذار رہا ہے کہ ہر دور سے زیادہ اس وقت اسے اس کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ:

۱۔ مادہ پرست افکار نے اپنے غلط احساسات کی بناء پر کیسے اور کس طرح زندگی گذاری جائے کے مسئلے کے لئے آج ایک بڑا چیلنج کھڑا کر دیا ہے۔ انہیں میں سے ایک خودکشی کی بڑھتی ہوئی تعداد ہے۔ بالخصوص جوانوں اور دانشوروں کے درمیان جو جسمانی اعتبار سے بالکل صحیح و سالم تھے اور مالی اعتبار سے خوشحال اور اپنے تعلیمی عمل میں کامیاب تھے مگر خودکشی کے اپنے اقدام کو وہ ایک جملے میں خلاصۃً اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ہمارے لئے زندگی یعنی کچھ بھی نہیں۔

اسی بناء پر ۲۰۰۰ میں عالمی تنظیم یونیسف نے بچوں کی تربیت کے لئے عالمی اعتبار سے عقل و جذبات کے علاوہ معنوی تربیت کو بھی شامل کیا ہے۔ ڈاکٹر کی کلینک اور نفسیاتی ڈاکٹروں کے ساتھ ساتھ

معنوی کلینک یورپ اور دنیا کے دوسرے ممالک میں قائم کیا ہے تاکہ وہ بیمار جو جسمانی اور نفسیاتی اعتبار سے تو ٹھیک ہیں مگر ایک سوال جو ان کے ذہن کو خراب کر رہا ہے کہ کس طرح زندگی گذاری جائے اس کا علاج کر سکیں۔

۲۔ اس دور کے انسان کے احساس تنہائی نے اسے اور بھی تنہا کر دیا ہے اور فیملی کے ساتھ نیز دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ زندگی گذارنے کے معنی اور مفہوم کو بھی اس احساس تنہائی نے ختم کر دیا ہے اس لئے کہ نہ تو دوسرے اسے پہچانتے ہیں، نہ اس کے درد و غم کو درک کرتے ہیں اگر درد و غم کو سمجھتے بھی ہیں تو اس کا مداوا نہیں کر سکتے، اگر مدد کر بھی سکتے تو اس مدد کے ذریعہ وہ خود اپنی مدد کرتے ہیں نہ کہ دوسروں کی۔ جدید ٹیکنالوجی کی ترقی اور پیشرفت نے اگرچہ زمان و مکان کے فاصلوں کو ختم کر دیا ہے مگر دلوں کی دوری میں حیرت انگیز طریقہ سے اضافہ ہوا ہے۔

۳۔ اضطراب اور نا امنی کی بناء پر اور بالخصوص پر تشدد اقدامات اور دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے قدم نیز کمیت و کیفیت کے اعتبار سے ان اسلحوں کی افزائش جو بڑے پیمانے پر قتل و غارت گری کے موجب ہوتے ہیں عموماً یہ مہلک اسلحے ان افراد اور ظالم و جابر حکمرانوں کے پاس ہیں جن کی نگاہ میں انسانی اقدار کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

بہر حال بشریت موجودہ حالات اور مختلف مسائل جیسے متعدی بیماریاں، آب و ہوا کی تبدیلی، خوراک کی قلّت، غیر متوقع حادثات وغیرہ سے دوچار ہے۔ ان تمام مشکلات کے باوجود ان سب سے زیادہ جو دردناک چیز ہے وہ ہے معنویت کا نہ ہونا۔

اسی بناء پر بعض سماجی علوم کے ماہرین جیسے ماکس وبر نے صراحت کے ساتھ اس بات کو لکھا ہے کہ معنویت سرے سے غفلت کا شکار ہو چکی ہے اور جدیدیت نے تمام اسرار کو کھول دیا ہے لیکن یہ ناقابل انکار حقائق اور دور حاضر کے انسان کی غیب و معنویت میں یقین میں افزائش اس بات کا سبب ہوئی کہ مفکرین معنویت کی کمی اور دنیا پرستی اور سیکولرزم کے بجائے اس طرح بات کریں اگرچہ عوامی رائے یہ تھی کہ سیاست، ثقافت و معاشرہ دھیرے دھیرے معنویت سے خالی ہو جائے گا یہاں تک کہ انسان کی انفرادی زندگی بھی ان تعلیمات کو خدا حافظ کہہ دے گی لیکن بیسویں صدی ہجری کی آخری دہائیوں میں مذہب کی ترقی سبب ہوئی کہ عالم غیب پر یقین کو انسانی دنیا کی ضرورت کے طور پر جانا جائے۔ اس چیز نے اتنی زیادہ

ترقی کی کہ معنویت پر ایمان کے ساتھ ساتھ جعلی اور کاذب عرفان نے ہاتھ پیر پھیلانے شروع کردیئے۔ معنویت عالم باطن اور حقیقت وجود کی مختلف اقسام و اجزاء کے معنی میں بھی ہے۔ ہم یہاں چند قسم اور اجزاء کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔

جزو اول: عالم ہستی عالم مادہ سے آگے ہے اور ماوراء طبیعت (آخرت) اور اس دنیا کے مقابلے میں بہت زیادہ وسیع ہے۔ البتہ اس کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ دونوں کے درمیان زمین آسمان کا فاصلہ ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ دنیا کی ہر مخلوق کے دو چہرے ہیں، ایک ظاہری اور دوسرا معنوی (باطنی) اور اسلامی لٹریچر کے اعتبار سے تمام آسمان و زمین غیبی پہلو اور اسرار آمیز ہیں۔ (ولله غيب السموات والارض) اور اپنے ظاہر کے علاوہ کی حکایت کررہے ہیں اور یہ تمام عالم الفاظ و کلمات کی طرح ہیں کہ ظاہر کو دیکھ کر باطن تک پہنچیں۔ اسی وجہ سے اسلامی تعبیر کے اعتبار سے اس دنیا کو نشانی اور علامت کا نام دیا گیا ہے اور اسلام تمام موجودات عالم کے لئے دین رحمت ہے۔ (وما ارسلناك الا رحمة للعالمين)۔

جزو دوم: حقیقت عالم تمام تر نظم و انضباط کے باوجود اپنے اندر لچک رکھتا ہے اور اس کا اس دنیائے مادی سے کسی قسم کا کوئی تضاد بھی نہیں ہے اور ہر وجود اپنے اصل مرکز کی طرف گامزن ہے تو پھر انسان کو چاہئے کہ حقیقت وجود اور مادی زندگی سے پردہ اٹھائے اور حقیقی زندگی کے راستوں کو تلاش کرے اور اپنے اعمال کے ذریعہ حقیقی زندگی کو اپنالے اور ان راہوں کو صرف اپنے لئے نہیں بلکہ کل وجود کے لئے کشف کرے اس لئے کہ معنویت کشف کرنے کا نام ہے ایجاد کرنے کا نہیں۔

جزو سوم: انسان دو پہلو کا حامل ہے۔ ایک بدن اور دوسرے روح اور حقیقت وجود انسان روح ہے لہٰذا معنویت یہ ہے کہ انسان کا بدن روح سے وابستہ ہو کر خود کو حقیقی جامہ سے آراستہ کرے یعنی روح و بدن ایک ہو جائے۔

جزو چہارم: وجود انسان کا اصل حصہ یعنی روح باطنی طور پر اور در حقیقت اس جہان سے وابستہ ہے اسی لئے ذاتی تقدس کے ساتھ ساتھ اسے فنا نہیں ہے اور انسان درست عقائد اور صحیح رجحانات کے ذریعہ اس مادی دنیا سے اٹھ کر حقیقی دنیا کی طرف کوچ کرسکتا ہے۔

میرا عقیدہ یہ ہے کہ ویدائی مذہب اور اسلام اپنے بعض اصولی اور نظریاتی اختلافات کے باوجود اپنی ذاتی صلاحیتوں کی بناء پر معنویت سے سرشار ہیں اور مناسب بات چیت کے ذریعہ نسل انسانی کے لئے بہت سی مشکلات کا حل نکال سکتے ہیں۔

قرآنی تعلیمات اصل وجود کو ایک مقدس امر مانتی ہے جس کا سایہ تمام موجودات پر پھیلا ہوا ہے (هو الاول والآخر والظاهر والباطن) اور تمام موجودات عالم تسبیح و تحلیل میں مشغول ہیں (یسبح لله ما فی السموات والارض) اور ہر چیز ایک راستہ پر ایک ساتھ ایک بنائے ہوئے نظام کی طرف گامزن ہے، اسی بناء پر ہم معاشرہ میں جو ماحولیاتی تحفظ یا حیوانات کے حقوق کی رعایت دیکھتے ہیں وہ صرف بقائے حیات کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ ایک وظیفہ دینی ہے مخلوقات کے لئے کہ جس کی تجلی ذات خدا ہے۔

انسان اس راہ میں خصوصی صلاحیت کا مالک ہے اور خدا نے اسے اپنے دست قدرت سے بنایا ہے (خلقته بیدی)۔ وہ روح الٰہی کا حامل زمین پر اس کا جانشین اور اس عالم کا امین ہے اور آخر میں زمین پر خدا کا وارث قرار پائے گا۔

انسان کو چاہئے کہ اپنے کردار و عمل واخلاق کے ذریعہ اپنی دنیا وآخرت کو سنوارے۔ تعالیم قرآن اور اوپانیشاد کے درمیان کافی قربت پائی جاتی ہے جیسا کہ شیعہ بزرگ مفکر و عالم علامہ طباطبائی کے نظریہ کے مطابق دونوں کتابوں میں بہت سے موارد قرآنی توحید کے ہم خیال ہیں۔ اور اس ہم خیالی اور باہمی تعاون میں ہم پہلے سے زیادہ اضافہ کر سکتے ہیں۔